بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

غیر مسلموں سے تعلقات اور اسلام
(۲)

سید جلال الدین عمری

عام غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

غیر مسلم والدین، رشتہ داروں اور ہمسایوں سے جس طرح کے خوش گوار تعلقات کی اسلام نے اجازت دی ہے اس کا ذکر اس سے پہلے ان ہی صفحات میں آچکا ہے[۱]۔ اب اس سلسلہ کی بعض عمومی تعلیمات پیش کی جارہی ہیں۔ یہ تعلیمات صاف بتاتی ہیں کہ عام غیر مسلموں سے ربط و تعلق سے اسلام نے منع نہیں کیا ہے۔ وقت ضرورت ان کی خدمت کرنا اور ان کے دکھ درد میں کام آنا اس کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل اور کار ثواب ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کچھ ذہنی تحفظات تھے تو اسلام نے انھیں رفع کیا ہے اور کسی قسم کے شک و شبہ کو باقی رہنے نہیں دیا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ایک جگہ راہِ خدا میں انفاق کا ذکر ہے، اس کی ترغیب ہے، اخلاص اور بے غرضی کے ساتھ خرچ کرنے اور نام و نمود اور ریا کاری سے بچنے کی تاکید ہے، کھلے چھپے ہر طریقہ سے انفاق کا حکم ہے، خاص طور پر ان لوگوں کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت ہے جو دست سوال دراز نہیں کرتے۔ (آیت ۲۶۱ تا ۲۷۴) عین ان تفصیلات کے بیچ میں ایک آیت آئی ہے جو قابل غور ہے اور ہمارے موضوع سے اس کا خاص تعلق ہے۔ ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ	(اے پیغمبرؐ!) آپ پر ان کو ہدایت
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ	بخش دینے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ
يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ	اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا

۱؎ سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۱۳، شمارہ ۱، جنوری۔ مارچ ۹۴ء

فَلِاَ نْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲۷۲)	ہے۔ تم جو بھی مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا۔ (دیکھو) تم اللہ کی رضا ہی کے لیے تو خرچ کرتے ہو۔ تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اس کا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہ ہوگی۔

یہ آیت یہاں کیوں آئی ہے، اس کا اصل مضمون سے کیا تعلق ہے، اس بارے میں تفسیر میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ مسلمان جو کچھ صدقہ و خیرات کریں وہ مسلمانوں ہی پر کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]

ایک روایت میں اس ممانعت کی وجہ بھی بیان ہوئی ہے سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ذمیوں میں جو حاجت مند ہوتے مسلمان ان پر انفاق کیا کرتے تھے جب مسلمانوں ہی میں حاجتمندوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا:۔

لا تتصدقوا الا على اهل دينكم۔	اپنے ہم مذہب لوگوں ہی پر تم صدقہ و خیرات کرو۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان لوگوں پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی گئی جو دائرۂ اسلام سے باہر ہیں[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک اور روایت ہے۔ فرماتے ہیں انصار کے رشتے بنو قریظہ اور بنو نضیر سے تھے۔ انصار ان پر اپنا مال خرچ کرنے سے احتراز کرتے تھے ان کی خواہش تھی کہ وہ اسلام لے آئیں تو ان پر خرچ کیا جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[3] یہ روایت بتاتی ہے کہ پس منظر میں یہود اور ان سے تعلقات تھے۔ گویا آیت

---

[1] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ۱/۳۲۳، ۳۲۴

[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۳/۳۳۷

[3] ابن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن ۵/۵۸۸ طبع جدید دارالمعارف مصر۔

نے ہدایت کی کہ ان کے نادار بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں اور ان پر بھی انفاق ہونا چاہیے۔ بعض دوسری روایات میں اسی پس منظر کے ساتھ مشرکین کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین پر انفاق نہیں کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

یہی بات صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی کہی گئی ہے کہ وہ اپنے مشرک قرابت داروں پر خرچ نہیں کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کی اجازت انھیں دے دی گئی۔[2]

حضرت قتادہؒ ایک عمومی بات بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ جو لوگ ہمارے ہم مذہب نہیں ہیں کیا ان پر بھی انفاق کیا جا سکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[3]

اسلام کی جس طرح ہر طرف سے مخالفت ہو رہی تھی اور اس کے ماننے والے جس طرح جور و ستم کا نشانہ بنائے جا رہے تھے، اس کے خلاف مسلمانوں کے اندر ردعمل کا پایا جانا غیر فطری نہ تھا۔ ان کے دل میں کبھی یہ سوال ابھرتا ہوگا کہ ان کے خویش واقارب اور دور و نزدیک کے لوگ آخر اس دین کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں جس میں سب کی صلاح و فلاح کا سامان ہے؟ کبھی یہ سوچتے ہوں گے کہ ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہمدردی کی جائے اور مشکلات میں ان کی مدد کی جائے جو زندگی بھر ہمارے راستے میں کانٹے بچھاتے اور ناوک فگنی کرتے رہے؟ کبھی یہ خیال آتا ہوگا کہ ان دشمنانِ دین کے ساتھ تعاون کا کوئی اجر و ثواب بھی ہے یا نہیں؟ کبھی یہ خواہش موجزن ہوتی ہوگی کہ کاش یہ ایمان لے آتے اور ہم اپنا سب کچھ ان پر نچھاور کر دیتے؟ اوپر کی روایات ان سب کیفیات کی ترجمانی کرتی ہیں۔

قرآن مجید نے انفاق اور اس کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے اس جذبہ کی

---

[1] ابن جریر: ۵/ ۵۸۷

[2] بیہقی۔ السنن الکبری: ۴/ ۱۹۱ نیز ابن جریر حوالہ سابق۔

[3] ابن جریر: ۵/ ۵۸۸۔

بھی اصلاح کی ہے کہ تعاون اور ہمدردی کے مستحق صرف اپنے ہم مذہب افراد ہیں اور ان ہی کے ساتھ حسن سلوک ہونا چاہیے۔ اس نے کہا کہ انسانوں کی خدمت کی راہ میں عقیدہ وخیال اور دین ومذہب کے اختلاف کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ جو شخص ضرورت مند ہے اس کی مدد کرنا دینی اور اخلاقی فرض ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، مشرک ہو یا اہل کتاب، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ آدمی کی یہ خواہش یا اصرار کہ لوگ ایمان لے آئیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ایمان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے اندر طلب صادق پائی جاتی ہے اسے وہ اس دولت سے نوازتا ہے۔ آدمی یہ سوچ کر انسانوں کی خدمت اور فلاح وبہبود کے کام کرتا چلا جائے کہ اس کا اجر وثواب اللہ نے چاہا تو محفوظ ہے اور کل وہ اس کے کام آئے گا۔ اس پورے پس منظر کے ساتھ آیت ان بہت سے الزامات کی تردید کرتی ہے جو اسلام کے کردار پر کیے جاتے ہیں۔

اس سے پہلے بعض وہ روایات گزر چکی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم وغیر مسلم ہر فرد اور ہر طبقہ پر صدقہ وخیرات کی ہدایت فرمادی۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

فامر بالصدقة بعدها على كل من سألك من كل دين [1]	اس آیت کے بعد آپ نے حکم دیا کہ کسی بھی دین کا ماننے والا تم سے سوال کرے تو اس پر خرچ کرو۔

اسی سلسلہ کی ایک اور روایت ہے۔

تصدقوا على اهل الاديان [2]	تمام اہل مذاہب پر صدقہ وخیرات کرو۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی گھرانے پر صدقہ کیا تھا جو بعد میں بھی جاری رہا۔[3]

---

[1] ابن کثیر، تفسیر: ۱/۳۲۴

[2] رواہ ابن ابی شیبۃ عن سعید بن جبیر مرسلاً (نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ: ۲/۳۹۸)

[3] حوالہ سابق۔

اس آیت کے سیاق وسباق سے بحث کرتے ہوئے علامہ قرطبی کہتے ہیں۔

هٰذا الکلام متصل بذکر	یہ آیت صدقات کے ذکر سے ملی
الصدقات فکانه بیّن فیه	ہوئی ہے۔ گویا اس میں یہ واضح کیا
جواز الصدقة علی المشرکین[1]	گیا ہے کہ مشرکین پر صدقہ کرنا جائز ہے۔

اس بحث کا تعلق مسئلہ کے اخلاقی پہلو سے ہے۔ آئیے اب ذرا اس کے فقہی اور قانونی رخ پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے مال کا کتنا اور کون سا حصہ غیر مسلموں کی مدد اور ان کی فلاح وبہبود کے کاموں میں خرچ کرسکتا ہے اور کون سا حصہ خرچ نہیں کرسکتا؟

اسلامی شریعت میں صدقات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو فرض اور واجب ہیں اور دوسرے وہ جن کی نوعیت فرض یا واجب کی تو نہیں ہے لیکن اللہ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں۔ فرض صدقات میں سب سے پہلے زکوٰۃ کا سوال سامنے آتا ہے۔ زکوٰۃ مال کی ایک خاص مقدار یا نصاب پر فرض ہوتی ہے۔ یہ صاحب نصاب مسلمانوں سے لی جاتی ہے اور متعین مدات میں غریب مسلمانوں کی فلاح وبہبود پر خرچ کی جاتی ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں۔

'اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ اموال زکوٰۃ غیر مسلم پر صرف نہیں ہوں گے۔[2]

زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کیے گئے ہیں ان میں اس کے عمّال اور کارندے بھی ہیں۔ اسے قرآن مجید نے 'والعاملین علیہا' کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا زکوٰۃ کی وصولیابی اور تقسیم وغیرہ کے کام پر کسی غیر مسلم کو لگانا اور اس کا اسے محنتانہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ جس طرح اور کاموں پر اسے اجرت دی جاسکتی ہے اسی طرح اس کام پر بھی اسے اجرت دینا غلط نہیں ہے۔ مشہور حنبلی فقیہ علامہ خرقی کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔[3]

۱؎ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۲/۳۳۷

۲؎ ابن قدامہ، المغنی: ۲/۶۵۳ ۳؎ حوالہ سابق ص ۶۵۲

صدقۂ فطر رمضان کے ختم ہونے پر ہر صاحب حیثیت یا فقہ حنفی کی رو سے ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہوتا ہے۔ یہ صدقہ اسے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقہ فطر کے بارے میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ کے حکم میں ہے، لہٰذا اسے زکوٰۃ ہی کی طرح مسلمانوں پر صرف ہونا چاہیے لیکن امام ابوحنیفہ ذمیوں پر بھی اس کے صرف کو جائز سمجھتے ہیں۔ عمرو بن میمون وغیرہ کے بارے میں آتا ہے کہ فطرہ کی رقم سے وہ راہبوں کی مدد کیا کرتے تھے۔[1]

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے:

ولا یجوز ان یدفع الزکوٰۃ	کسی ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔
الی ذمی و یدفع الیہ ما سوی	اس کے علاوہ دوسرے صدقات
ذالک من الصدقۃ[2]	اسے دئے جا سکتے ہیں۔

فطرہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ویؤدی المسلم الفطرۃ	مسلمان اپنے اس غلام کی طرف
عن عبدہ الکافر[3]	سے بھی فطرہ ادا کرے گا جو کافر ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص نے فقہ حنفی کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآن مجید کی بعض آیات کا حوالہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات مشرکین پر بھی کیے جا سکتے ہیں لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی تمام قسمیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے تمہارے اصحاب ثروت سے زکوٰۃ وصول کرنے اور تمہارے اصحاب حاجت پر اسے لوٹا دینے کا حکم ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جن صدقات کے وصول کرنے کا حق امام یا ریاست کو ہے وہ ذمیوں پر صرف نہیں ہو سکتے۔ ان کے علاوہ دوسرے تمام صدقات

---

[1] ابن قدامہ۔ المغنی: ۳/۷۸ [2] ہدایہ ج ۱ صـ ۱۸۵

[3] ہدایہ ج ۱ صـ ۱۸۹۔ اس پر جن احادیث سے استدلال کیا گیا ہے ان کی صحت و ضعف پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ نصب الرایہ: ۲/۴۱۲–۴۱۶

ذمیوں کو دئے جا سکتے ہیں۔ جیسے نذر کا صدقہ، غلطیوں کے کفارہ کا صدقہ یا صدقہ فطر۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ صدقات واجبہ غیر مسلموں پر صرف نہیں کیے جا سکتے۔ اسے انھوں نے زکوٰۃ پر قیاس کیا ہے[۱]۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء کے ہاں اس مسئلہ میں کتنی وسعت ہے اور انھوں نے کتنی گنجائش رکھی ہے۔

زکوٰۃ ایک چھوٹی سی مد ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کی جاتی ہے۔ دیگر صدقات واجبہ کی تعداد بھی بہت تھوڑی ہے۔ ان سے ہٹ کر انسانوں کی خدمت، تعاون اور ہمدردی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ اسلام ان سب کی ترغیب دیتا اور تشویق پیدا کرتا ہے۔ ان کے ذریعہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کو بھی فائدہ پہونچایا جا سکتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

انسان جب خدا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھتا ہے تو اس کے ہاتھوں اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ پاتے۔ وہ کمزوروں، ناداروں یتیموں اور مسکینوں پر ستم ڈھانے اور ان کے حقوق پر دست درازی کرنے لگتا ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کہی گئی ہے[۲]۔ اس کے برخلاف خدا کے نیک بندوں کا کردار وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ	اور وہ کھانا کھلاتے ہیں، اس کی
مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَ	خواہش اور طلب کے باوجود مسکین،
أَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ	یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم تو تمہیں
اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً	صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلا رہے ہیں

[۱] جصاص، احکام القرآن: ۱/۲۴۷-۲۴۸

[۲] مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ سورۃ الفجر ۱۷-۱۹۔ سورۃ البلد ۱۱-۱۷۔ سورہ المدثر ۴۴۔ اس کی پوری تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ۔ کمزور — اسلام کے سایہ میں۔ مطبوعہ ماہنامہ زندگی۔

وَّلَا شُكُوْرًا۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ	تم سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طالب نہیں ہیں
رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝	ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے
	عذاب کا ڈر ہے جو سخت مصیبت والا اور
(الدہر: ۸-۱۰)	طویل ہوگا۔

معاشرہ کے کم زور افراد کو کھانا کھلانا، خدا کے نیک بندوں کے مجموعی کردار کی محض ایک علامت ہے۔ یہاں اسی پہلو سے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ انھیں بے سہارا نہیں چھوڑتے، مشکلات میں ان کے کام آتے ہیں۔ ان کو کھلاتے پلاتے اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے ہیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں۔

یہاں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ قیدیوں کا بھی ذکر ہے۔ اس کا یہ پہلو بہت اہم ہے کہ یتیم اور مسکین چاہے اپنے ہوں یا پرائے، ان کا تعلق کسی بھی قوم اور طبقہ سے ہو، ان کی بے کسی اور مظلومی کا احساس پایا جاتا ہے یہی احساس آدمی کے اندر ان سے ہمدردی کے جذبات ابھارتا ہے۔ وہ ان کی مدد کرے یا نہ کرے انھیں مدد کا بہرحال مستحق سمجھتا ہے۔ صرف شقی القلب اور خود غرض انسان ہی ان جذبات کو دبا سکتا ہے۔ لیکن قیدیوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ سماجی مجرم سمجھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی کا وہ جذبہ عام حالات میں مفقود ہوتا ہے جو کسی یتیم یا مسکین کے سلسلے میں پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قیدیوں کے ساتھ دنیا میں بہت ہی برا سلوک ہوتا رہا ہے، انھیں سخت سے سخت اذیتیں دی جاتی تھیں، وہ کال کوٹھریوں میں پڑے پڑے ختم ہو جاتے تھے۔ باہر نکلتے تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ہوتی تھیں، ان کی ضروریات کی تکمیل کی کوئی متعین صورت نہ تھی۔ بسا اوقات بھیک پر ان کا گزارہ ہوتا تھا۔ ان حالات میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کے اندر قیدیوں کے مجرم اور گناہ گار ہونے سے زیادہ ان کے انسان اور ہمدردی کے مستحق ہونے کا جذبہ ابھارا۔

یہ آیت سورۂ دہر کی ہے۔ عام طور پر علماء نے اسے مدنی قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مقاتل، کلبی اور یحییٰ بن سلام نے اسے مکّی کہا ہے۔ اس کی تائید

سورہ کے مضامین سے بھی ہوتی ہے۔ مکہ کے اصحاب ثروت اور زر پرست مسکینوں اور یتیموں کے ساتھ جس شقاوت اور بے رحمی کا سلوک کرتے تھے قیدیوں کے ساتھ ان کا سلوک اس سے مختلف نہیں رہا ہوگا۔ اسلام نے اس پورے رویہ پر تنقید کی اور اللہ کے نیک بندوں کی تعریف کی کہ وہ ظلم و جور کے شکنجہ میں کسے ہوئے قیدیوں کو اپنی محبت اور حسنِ سلوک سے راحت پہونچا رہے ہیں۔

مشہور تابعی مفسر عکرمہ نے 'اسیر' سے غلام مراد لیا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے اس رائے کو پسند فرمایا ہے۔ ان کے نزدیک 'اسیر' کا لفظ عام ہے اس میں مسلم اور مشرک دونوں طرح کے غلام آجاتے ہیں[۱]

غلامی بھی ایک طرح کی قیدہی ہے۔ قرآن مجید نے بندِ غلامی کو توڑنے اور غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک شروع کی اور ترغیب و تشویق کے ذریعہ اسے آگے بڑھایا۔

مدینہ میں جب اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو خدا کے ان نیک بندوں نے قیدیوں کے ساتھ جس حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا اس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش نہیں کرسکتی۔

اس بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ 'اسیر' سے اس آیت میں کس قسم کے قیدی مراد ہیں۔

ہر ریاست بعض خاص قسم کے جرائم کے ارتکاب پر اپنے شہریوں کو قید و بند کی سزا دیتی ہے۔ یہ شہری یا ملکی قیدی ہیں۔ ریاست حالتِ جنگ میں ہو تو دشمن کے افراد بھی قیدی بنائے جاتے ہیں۔ انھیں غیر ملکی قیدی کہا جاسکتا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں دونوں طرح کی رائیں ملتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

الاسیر من اھل الشرك	اسیر وہ ہے جس کا تعلق مشرکین سے
یکون فی ایدیھم	ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ میں (قیدی) ہے

یہی تفسیر قتادہ اور سعید بن جبیرؒ نے کی ہے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں۔

لقد امر اللہ بالاسری ان	اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ

---

[۱] ابن کثیر، تفسیر: ۴/۴۵۵

یحسن الیہم وان اسراھم حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اور اس دور
یومئذ لاھل الشرک[1] میں ان کے قیدی اہلِ شرک ہی ہوتے تھے۔

حضرت عطا ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ 'اسیر' اہل قبلہ (مسلمان) اور غیر اہل قبلہ (غیر مسلم) دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔

امام قرطبی نے اسے ایک جامع قول قرار دیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں مشرک قیدی کو کھانا کھلانا بھی اللہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ ہے۔ البتہ اس پر خرچ فرض صدقات سے نہیں، نفل صدقات سے ہوگا۔[2]

علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ یہاں 'اسیر' سے مراد مشرک قیدی ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان قیدی کو علی الاطلاق 'اسیر' نہیں کہا جاتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ قیدی کو کھانا کھلانا، اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہے۔ آیت کے الفاظ سے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرک قیدیوں پر ہر طرح کے اموال صدقات صرف کیے جا سکتے ہیں لیکن (جیسا کہ پہلے گزر چکا) ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ اس سے وہ صدقات مستثنیٰ ہیں جن کے وصول کرنے کا حق حاکم کو ہے۔[3]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان تعلیمات کا عملی ثبوت ہے۔

جنگ بدر میں مشرکین کے ستر[70] آدمی مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو صحابہ کرامؓ کے درمیان تقسیم کردیا اور نصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔[5] اس پر عمل جس طرح ہوا اس کا ذاتی تجربہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے

---

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۲۹/۱۹ [2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۲۹/۱۹

[3] احکام القرآن: ۵۷۹/۳ [4] بخاری، کتاب المغازی۔ ابن ہشام میں ہے کہ قیدی ستاون[57] تھے۔ ان میں بیشتر کا نام بنام ذکر ہے۔ ابن ہشام ۳۶۴/۲ - ۳۶۰، قیدیوں کی تعداد میں اور بھی اختلافات ہیں، بخاری کی روایت صحیح اور معتبر ہے۔ ملاحظہ ہو ابن کثیر، السیرۃ النبویہ ۴۵۶/۲، ۴۶۳۔

[5] ماوردی نے ایک کم زور سی روایت نقل کی ہے کہ مہاجرین میں سے سات افراد نے بدری قیدیوں کی کفالت کا بوجھ اٹھایا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرات ابوبکر، عمر، علی، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن العاص اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم۔ ماوردی، النکت والعیون: ۳۷۰/۴۔ انصار کے سلسلہ کی تفصیل نظر سے نہیں گزری۔

بھائی ابوعزیر بن عمیر کی زبانی سنئے:۔

وہ اس جنگ میں نضر بن حارث کے بعد مشرکین کے علم بردار تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ بعض انصار کے حوالے کئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا ان پر یہ اثر تھا کہ صبح وشام کھانے کے وقت مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے۔ ان میں سے کسی کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ملتا تو مجھے دے دیتا۔ اسے ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ اس سے مجھے شرم سی محسوس ہوتی تھی۔[1]

یہ جنگ بدر کے قیدیوں کا ذکر ہے اور قیدیوں کے ساتھ بھی یہی مہذب اور شریفانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
علیہ وسلم یوتی بالاسیر	قیدی لایا جاتا تو آپ اسے کسی مسلمان کے
فید فعہ الی بعض	حوالہ کردیتے اور فرماتے کہ اس کے ساتھ اچھا
المسلمین فیقول احسن الیہ	سلوک کرے۔ یہ قیدی اس کے پاس دو
فیکون عندہ الیومین والثلاثۃ	تین دن رہتا اور وہ مسلمان اس کی ضروریات
فیوثرہ علی نفسہ[2]	کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتا تھا۔

جنگ بدر کے قیدیوں ہی کے سلسلہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اجازت ہو تو میں سہیل بن عمرو کے اگلے دانت توڑ دوں تاکہ اس کی زبان باہر نکل آئے اور وہ پھر کہیں آپ کے خلاف اپنی خطابت کا مظاہرہ نہ کرسکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں (اس طرح کی) سزا دوں تو اللہ مجھے بھی سزا دے سکتا ہے گو کہ میں نبی ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے، ممکن ہے کہ کل وہ کسی ایسی حیثیت میں ہو جو تمہارے لیے ناگوار نہ ہو۔[3]

اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور میں ملکی قیدیوں اور قید خانوں کے متعلق قوانین موجود ہیں اور اصلاحات ہوئی ہیں، جنگی قیدیوں کے بارے میں بھی بعض بنیادی اصول تسلیم

---

[1] ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۲/ ۲۸۸ [2] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۴/ ۱۹۶

[3] ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۲/ ۲۹۳

کیے جاتے ہیں لیکن ایک تو ان کا چرچا زیادہ ہے پابندی کم ہے؛ دوسرے یہ کہ ان اصلاحات اور قوانین کا تعلق ریاست سے ہے، عوام ان سے غیر متعلق رہتے ہیں، انھیں ان سے دل چسپی نہیں پیدا ہوتی۔ اسلام نے ریاست کے ساتھ اس کے ایک ایک فرد میں قیدیوں سے ہمدردی کے جذبات پیدا کیے۔ اس کے نتیجہ میں تاریخ نے یہ کارنامہ دیکھا کہ جو قوم اسلام کے ماننے والوں سے برسرپیکار تھی اور جو انھیں ختم کرنے اور مٹانے کے درپے تھی، اس کے افراد جب میدان جنگ سے گرفتار ہو کر آئے تو انھوں نے خود تکلیف اٹھا کر ان قیدیوں کو راحت پہونچائی، خود بھوکے رہے یا روکھا سوکھا کھایا اور انھیں اچھا کھلایا پلایا، ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھا۔ ان کی یہ ساری خدمت بے لوث اور بے غرض تھی، وہ نام و نمود نہیں چاہتے تھے، انھیں کسی صلہ کی تمنا نہ تھی۔ ان کے سامنے صرف اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی تھی۔ وہ جو کچھ کرتے تھے اسی کے لیے کرتے تھے۔

اس طرح اسلام نے بتایا کہ غیر ملکی اور دشمنوں کی صف سے گرفتار ہونے والے قیدی بھی بہتر سلوک کے مستحق ہیں، ان کے ساتھ غیر انسانی رویہ اختیار کرنا اور انھیں ذہنی اذیت پہونچانا ناروا ہے۔ وہ گو دشمن ہیں لیکن انسان ہیں۔ جب وہ اپنے حقوق حاصل کرنے میں آزاد نہیں ہیں تو ان کے انسانی حقوق کا احترام ہمارا فرض ہے۔ ریاست کو یہ حق بھی ہے کہ اگر اس کے مفادات کو نقصان پہونچنے کا خطرہ نہ ہو تو فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے انھیں آزاد کر دے۔ یہ سب باتیں اسلام کے قوانین جنگ کا ایک حصہ ہیں۔ ان سے دنیا نے جنگ و صلح کے بین الاقوامی اصول و آداب سیکھے اور بہت سی اصلاحات کیں۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں تو دشمن کے قیدیوں کے ساتھ اس حسن سلوک کا ذکر ہوا ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی اور جس کا عملی نمونہ اس کے ماننے والوں نے پیش کیا۔

بعض لوگوں نے سورۂ دہر کی زیر بحث آیت کا تعلق مسلمان قیدیوں سے بھی جوڑا ہے۔ ظاہر ہے دشمن اور غیر ملکی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا جو نمونہ پیش کیا گیا ہے، مسلمان قیدیوں کے سلسلہ میں اس سے بہتر رویہ ہی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں:۔

كان اسيرهم يومئذ المشرك واخوك المسلم احق ان تطعمه [1]	اس وقت ان کے قیدی مشرک تھے (ان کے ساتھ یہ حسن سلوک رہا) تمہارا بھائی جو مسلم ہے وہ تو اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اسے کھلاؤ پلاؤ (اور اس کی ضروریات کا خیال رکھو)

اسلام کی روح یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے شہری قیدیوں کے ساتھ بھی بہتر سے بہتر سلوک ہو۔ اس کے لیے وہ جو بھی قواعد وضوابط بنائے ان میں یہی روح کارفرما ہونی چاہیے۔ (ختم شد)

---

[1] زمخشری، الکشاف : ۴/۱۹۶

مسلمان عورت کے حقوق اور اُن پر اعتراضات کا جائزہ

از مولانا سید جلال الدین عمری

انجمن الاصلاح ندوۃ العلماء کے ناظم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اس موضوع پر اور بھی کتابیں نظر سے گزری ہیں اردو میں بھی اور عربی میں بھی لیکن اس جیسی سہل اور عام فہم زبان میں اور اپنے موضوع پر دلیل و برہان سے مُزیّن، حوالہ جات سے پُر اور خاص و عام دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید اور کوئی کتاب نہیں ملی۔

ہمارے دینی مدارس کے طلبہ بھی اس موضوع پر کیے گئے سوالات کو جدید اور ناقابلِ حل سمجھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آنجناب کی یہ تصنیف کافی حد تک گرہ کشائی کر رہی ہے۔ مجھے اس کتاب سے بہت سی باتیں اور معلومات حاصل ہوئیں اور بہت سے سوالات کے جواب ملے۔" (سلیمان احمد بشیر)

اپنے موضوع پر یہ گراں قدر اور معلومات افزا کتاب درج ذیل پتے سے حاصل کی جا سکتی ہے:

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی، دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲